میں فرق کر دیتی ہیں۔ مثلاً حیا جس کا اظہار اعضائے جنسی کو چھپانے اور مباشرت میں اخفاء سے کام لینے کی صورت میں ہوتا ہے۔ الفاظ اور اشارات کی شکل میں اظہارِ خیال جو حیوانات کی آوازوں سے بالکل بنیادی طور پر مختلف ہوتا ہے۔ قوتِ ایجاد جو حیوانات کی جبلّت کے تحت لگی بندھی صنعتوں سے کلیتہً اپنی نوعیت میں بالکل ایک مختلف چیز ہے۔ ارادی اور غیر ارادی افعال میں فرق کرنا اور ارادی افعال پر اخلاقی احکام لگانا جو حیوانات کی کسی بڑی سے بڑی ترقی یافتہ شکل میں بھی موجود نہیں ہے۔ مذہبی حس جو حیوانات میں مفقود ہے مگر انسانوں کا کوئی گروہ انتہائی وحشت کی حالت میں بھی اس سے خالی نہیں پایا گیا ہے۔

(ب) آدم کا زمانہ وجود متحقق کرنے کا ابھی تک کوئی ذریعہ نہیں ملا ہے۔ کوئی علم اس معاملہ میں یقینی یا قریب بہ یقین معلومات فراہم نہیں کرتا۔ یہ علم صرف انبیاء اور کتبِ آسمانی کے ذریعہ سے ہم تک پہنچا ہے۔ البتہ علمِ تناسل اور قیاس عقلی کی مدد سے دو نظریے قائم کیے جا سکتے ہیں۔ یا تو یہ کہ موجودہ انسانی نسل متعدد انسانی مورثوں کے نطفے سے نکلی ہو۔ یا پھر یہ کہ اس کا ایک ہی مورث ہو اور اس سے حیاتِ انسانی ان بے شمار افراد تک منتقل ہوئی ہو۔ آپ خود دیکھ لیں کہ ان میں سے کونسا نظریہ زیادہ قرینِ عقل ہے۔

مسئلۂ تقدیر

سوال: مجھے آپ کی تصنیف مسئلۂ جبر و قدر کے مطالعہ کا موقع ملا۔ یہ بات بلا خوفِ تردید کہی جا سکتی ہے کہ آپ نے نہایت ہی علمی انداز میں اس حقیقت کو واضح فرمایا ہے کہ قرآن مجید میں مختلف مقامات پر جبر و قدر کے جو مباحث ملتے ہیں اُن میں قطعاً کوئی تناقض نہیں۔ اس معاملہ میں تو میری تشفی ہو چکی ہے مگر ذہن میں پھر بھی دو سوال ضرور اُبھرتے ہیں، ایک یہ کہ کیا انسان کی تقدیر پہلے سے طے ہے اور مستقبل میں جو واقعات و حوادث اُسے پیش آنے والے

ہیں وہ ازل سے ہی مقرر اور متعین ہیں۔ اور اب ان کے چہرے سے صرف نقاب اٹھانا باقی رہ گیا ہے۔ اگر اس کا جواب اثبات میں ہو تو پھر دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ صورت حال انسان کے ارادہ و عمل کی آزادی کے ساتھ کیسے میل کھا سکتی ہے؟

جواب: تقدیر سابق اور انسان کی آزادی و ارادہ کے درمیان کس نوعیت کا تعلق ہے اور ان دونوں کے حدود کیا ہیں، یہ مسئلہ درحقیقت ہماری گرفت سے باہر ہے اور اس کے متعلق کوئی یقینی بات کہنے کی پوزیشن میں ہم نہیں ہیں۔ البتہ اصولی طور پر تین باتیں ایسی ہیں جو ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں:

ایک یہ کہ انسان اپنی تقدیر خود بنانے پر کلیتہً قادر نہیں ہے بلکہ جو طاقت پوری کائنات کا نظام چلاتی ہے وہی انسان کی بحیثیت نوع، بحیثیت قوم، بحیثیت گروہ اور بحیثیت فرد تقدیر بناتی ہے۔ البتہ اس کا ایک حصہ (جس کی مقدار ہمیں نہیں معلوم) انسان کے دائرۂ اختیار میں بھی ہے۔

دوسرے یہ کہ اللہ کا علمِ سابق انسان کے تمام آنے والے حالات پر حاوی ہے۔ خدائی کا عظیم الشان کام ایک دن بھی نہیں چل سکتا اگر خدا اپنی کائنات میں ہونے والے واقعات سے بے خبر ہو اور کوئی واقعہ جب پیش آجائے تب ہی اسے خبر ہو۔

تیسرے یہ کہ اللہ کی قدرت نے انسان کو محدود پیمانے پر کچھ اختیارات دیے ہیں جن کے لیے آزادیٔ ارادہ ناگزیر ہے اور اللہ کا علم خود اسی کی قدرت کے کسی فعل کو باطل نہیں کرتا۔